میثم قادری

گلہ جفائے وفا نما کہ اہلِ حرم کو حرم سے ہے
کسی بتکدے میں بیاں کروں تو کہے صنم ہری ہری

تحریکِ پاکستان

اور

علمائے دیوبند

سید محمد فاروق القادری (ایم۔ اے)

انجمن غوثیہ اہلِ سنت و جماعت تربیلا ڈیم (ہزارہ)

بتعاون: دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ رجسٹرڈ ہری پور ہزارہ

خون سے یہ عبارت مرقوم تھی کہ "لے کے رہیں گے پاکستان" اور خدا کے فضل و کرم سے پاکستان بن کے رہا اور دنیا کے نقشے پر سب سے بڑی اسلامی مملکت کو ابھارنے کا غیر فانی کارنامہ مشائخ عظام اور امام احمد رضا فاضل بریلوی[1] کے شیدائیوں یعنی سواد اعظم کے مکمل تعاون سے قائد اعظم نے سرانجام دیا۔ قائد اعظم کو پنجاب میں یونینسٹ پارٹی سے جسے ہندوؤں، سکھوں، احراریوں اور انگریز نوکر شاہی کی مکمل اور غیر مشروط حمایت حاصل تھی، لڑنا پڑا۔ انہیں صوبہ سرحد میں سرخ پوشوں جیسی عوامی فعال تحریک سے جسے برصغیر کے ہندو پریس اور کانگریس جیسی ہمہ گیر تحریک کی کھلی کھلی اعانت حاصل تھی ٹکر لینا پڑی۔ سندھ میں انہیں جی ایم سید اور ان کے طاقتور ہندو حلیفوں سے مقابلہ درپیش تھا۔ یہ تو تھی ان کی اپنوں سے جنگ۔ بیرونی محاذ پر ان کا مقابلہ ایک طرف انڈین نیشنل کانگریس سے تھا جو گاندھی، نہرو، پٹیل جیسے بین الاقوامی طور پر شہرت یافتہ لیڈروں کی قیادت میں ایشیا کی سب سے بڑی سیاسی جماعت متصور ہوتی تھی۔ ہندوؤں کی اس سیاسی جماعت کو نہ صرف ٹاٹاؤں، برلاؤں، سارا بائیوں اور ڈالمیوں جیسے سرمایہ داروں کی حمایت حاصل تھی بلکہ "جمعیت العلمائے ہند" اور "دیوبند کے مقدسین" بھی اپنی مکمل فوج کے ساتھ کانگریس کے خیمہ برداروں میں شامل تھے اور ہنود کا حق نمک ادا کرنے کے لئے سوامی شردھانند جیسے کٹر متعصب ہندو کو دہلی کی جامع مسجد کے منبر رسول پر بٹھا کر اس سے تقریر کروائی اور دو قومی نظریہ کو باطل ثابت کرنے کی انتہائی مذموم حرکت کر ڈالی۔

اُن دنوں نیشنلسٹ علماء اپنا منہ چھپاتے تھے۔ احراری، دیوبندی اور کانگرسی ایک

[1] آپ کے خلیفہ اور جلیل القدر عالم مولانا نعیم الدین مُرادآبادی (م۔ ۱۹۴۸ء) نے "آل انڈیا سُنّی کانفرنس" (جو ۱۹۲۵ء میں قائم ہو چکی تھی) کے پلیٹ فارم سے تحریک پاکستان کی راہ ہموار کی۔ اگر سواد اعظم کے رہنما علماء و مشائخ اس وقت "ہندو مسلم اتحاد" کے دلفریب اور گمراہ کن نعرہ کا اثر و نفوذ قبول کر لیتے یا انگریزی حکومت کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے تو پھر اسلامی عصبیت کی بناء پر برصغیر کے مسلمانوں میں علیحدہ وطن حاصل کرنے کی تڑپ پیدا نہ ہوتی اور نہ ہی پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کا باطل شکن نعرہ برصغیر کی فضاؤں میں گونج سکتا۔

گالی تصور کی جاتی تھی۔ جامعہ علی گڑھ کے طلباء، قائد اعظم کے سپاہی بن چکے تھے جب کہ دیوبند کے طلباء گاندھی کی تقاریر کے عربی تراجم کے ساتھ سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کر رہے تھے اور قائد اعظم کی دشمنی کا حق ادا کرنے میں مصروف تھے۔ نوائے وقت نے نیشنلسٹ علماء کے بارے میں یوں لکھا "ہندوستان کی وحدت اور اکھنڈ بھارت کے حق میں ہندو کانگریس اور نیشنلسٹ علماء کا استدلال ہی وطنیت کے فلسفہ پر مبنی تھا۔ مولانا حسین احمد مدنی (دیوبندی) نے تو عربی لغات اور عربی دانی کے حوالہ سے اس فلسفہ پر معرکۃ الآراء مقالے تحریر کئے تھے لیکن پاکستان کا قیام بذاتِ خود اس مکتبِ فکر کی موت تھی۔ ستائیس سال بعد آج پھر اس بحث کا آغاز کرنا ایک خطرناک بیماری کی علامت ہے"[1]۔

"تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور اس قسم کے دوسرے لوگ مثلاً ابوالکلام آزاد اور حسین احمد مدنی صدر جمعیت علماء ہند اپنے دور میں فن خطابت کے امام تھے۔ ہندو کانگریس نے ان کے فن خطابت ہی کی وجہ سے ان کو بھاری قیمت کے عوض خرید رکھا تھا۔ متحدہ ہندوستان میں جب کانگریس نے رابطۂ عوام کی ہمہ گیر مہم شروع کی تو سادہ لوح مسلمانوں کو اسلام کے نام پر بے وقوف بنانے کے لئے انہیں حضرات کے فن خطابت کا استعمال کیا ہے۔ مسلمان سادہ لوح تھا۔ ان جادو بیان حضرات نے کافی عرصہ اپنے فسنوں سے مسلمانوں کو بے ہوش رکھا اور پھر طرّہ یہ کہ ان حضرات نے نہایت ہی عالمانہ انداز میں ہندو کانگریس کے متحدہ قومیت کے نظریہ کو نہایت عیاری سے اسلامی رنگ دے کر مسلمانوں کو خوب بیوقوف بنایا اور اپنے کانگریسی آقاؤں سے خوب روپہلی داد وصول کی مگر یہ طلسم کب تک چل سکتا تھا۔ قائد اعظم نے جب مطالبہ پاکستان اور دو قوموں کا نظریہ پیش کیا تو مسلمان چونک اٹھا۔ اور قائد اعظم کی آواز اس کے دل میں اثر کر گئی کیونکہ قائد اعظم کی آواز اسلام اور قرآن کی آواز تھی۔

[1] روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۱۹ جنوری ۱۹۷۵ء

ہندو کانگرس کے ان نقارچیوں نے بڑی شد و مد کے ساتھ مطالبہ پاکستان اور دو قومی نظریہ کو غیر اسلامی اور قرآن کے احکامات کے خلاف قرار دینے کے لئے اپنے حسنِ خطابت کے زور پر مسلسل طوفان بدتمیزی پیدا کئے رکھا۔۔۔ اس امر سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ ان (حضرات) کی خطابت نے مجموعی طور پر مسلمانوں کو بعید نقصان پہنچایا اگر یہ حضرات صاحب ایمان ہوتے اور مسلمانوں کے سواد اعظم سے وابستہ ہوتے تو ہندوستان کی تقسیم مسلمانوں کے حق میں بہت بہتر صورت میں عمل میں آ سکتی تھی۔ ہندو کانگرس اور گاندھی جی درجہ نوآبادیات سے آگے ہرگز بڑھنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ تو انگریز کی توپوں کے سایہ میں "رام راجیہ" قائم کرنے کے متمنی تھے اور دوسری طرف وہ قائد اعظم اور مسلم لیگ کو برطانوی سامراج ایجنٹ قرار دیتے تھے، حالانکہ مسلم لیگ مکمل آزادی کی علمبردار تھی اور آزادی کے بعد انگریز سے کوئی سروکار نہ رکھنا چاہتی تھی۔ ہندو کانگریس کے نقارچی علماء دن رات قائد اعظم علیہ الرحمۃ کو برطانوی سامراج کا ایجنٹ ثابت کرنے میں لگے رہتے تھے اور ان نام نہاد علماء نے صرف قائد اعظم کی ذات کو ہی تضحیک کا نشانہ بنایا ہوا تھا کیونکہ قائد اعظم علیہ الرحمۃ ہی تحریک پاکستان اور مسلمانان ہند کی تمناؤں اور آرزوؤں کے محور تھے۔

اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ جمعیت العلمائے ہند مجلس احرار اور یونینسٹ پارٹی کے گٹھ جوڑ نے ہمارے قومی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی جو ناپاک سازش مرتب کی تھی وہ خضر حیات ٹوانہ اور کانگریس کی کولیشن حکومت کی صورت میں منظر عام پر آ گئی اور ان دشمنان اسلام نے پنجاب کے مسلم اکثریتی صوبہ میں پاکستان کے مخالفین کا تسلط قائم کر دیا اور ابوالکلام آزاد بہ نفسِ نفیس اس کام کی تکمیل کے لئے لاہور میں عرصہ دراز مقیم رہے تاکہ پاکستان کے حصول کے مقصد کو ضرب کاری لگائی جا سکے اس شرمناک فعل میں عطاء اللہ شاہ بخاری کی شخصیت منفرد ہے چونکہ عوام کو گمراہی کے راستے

پر ڈالنے کے لئے ان کی خطابت سب سے بڑا ہتھیار تھا۔ ان کے پُر فریب نام نہاد درویشی بہروپ کو بھی بھولے بھالے عوام کے لئے دام ہمرنگ بچھانے میں بڑا ملکہ حاصل تھا۔ ان کا لقب "امیر شریعت" تھا اور وہ شریعت کی حکومت نافذ کرنا چاہتے تھے احمقوں کے گروہ میں سے ان کو یہ کوئی نہ پوچھ سکا کہ حضرت آپ مطالبہ پاکستان اور دو قومی نظریہ کی مخالفت تو کرتے ہیں کیا آپ گاندھی، نہرو اور پٹیل کی وساطت سے متحدہ ہندوستان میں شریعت کی حکومت نافذ کرانا چاہتے تھے اور کیا اسلام کا بول بالا کرنے کا یہی طریقہ ہے"[1]

دیکھا آپ نے اکھنڈ بھارت کے نعرے لگانے والے کون تھے اور قیام پاکستان میں قائد اعظم کی مخالفت کن لوگوں نے کی۔ ہم دانشورانِ ملت کی خصوصی توجہ اس جانب مبذول کروانا ضروری تصور کرتے ہیں کہ تعلیمی نصاب میں مخالفین تحریک قیام پاکستان کی حوصلہ افزائی کیوں ہو رہی ہے اور دیوبند اور علی گڑھ کی تعلیمی تحریکوں کے مقابلے کیوں کروائے جا رہے ہیں جب کہ "علی گڑھ" ایک قومی و ملی ادارہ تعلیم اور "دیوبند" نجدی فرقہ کے مخصوص مذہبی ادارے کا نام ہے۔

زیر نظر مقالہ جناب علامہ سید محمد فاروق القادری ایم اے نے تحقیق انیق کے ساتھ ترتیب دیا ہے اور قارئین کے لئے مختصر اور جامع مواد جمع فرمایا ہے جو تحریک قیام پاکستان میں کانگریسی دیوبندیوں کے کردار پر ایک سیر حاصل بحث کرتا ہے۔ آج یہ لوگ اپنی بے وفائیوں پر پردہ ڈال کر وفاداری کا دعویٰ کر رہے ہیں مگر تاریخ تو اپنی حفاظت خود کرنا جانتی ہے اس لئے اب ہم جناب علامہ موصوف کی نشاندہی پر ملک و ملت سے کھوکھلی وفاداریاں جتلانے والوں کے متعلق

---

[1] روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۶ اگست ۱۹۷۱ء